رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۵

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۱۸ دسمبر ۱۹۱۷ء | سہ شنبہ | مطابق ۲ ربیع الاوّل ۱۳۳۶ھ | نمبر ۴۹

خواجہ حسن نظامی سے مباہلہ منظور

احباب کو معلوم ہے کہ دہلی کے خواجہ حسن نظامی نے حضرت خلیفۃ المسیح کو مباہلہ کا چیلنج دیا تھا۔ اس کا جواب حضور نے شب درمیان ۱۵ و ۱۶ دسمبر عشا کے وقت رقم فرمایا جو خدا کے فضل و رحم سے چھپکر الفضل نمبر ۴۹ کی صورت میں ۱۷ دسمبر کی صبح کو تیار ہو۔ اور آج ہی سب خریداران الفضل کی خدمت میں بھیجا گیا ہے اس کے علاوہ ترقی اسلام نے تمام انجمنوں کو بھی چند کاپیاں بھیج دی ہیں۔ احباب و دوست جہاں جہاں اس مباہلہ کے چیلنج کا چرچا ہو چکا ہیں وہاں نہایت احتیاط کے ساتھ حسب ضرورت تقسیم کریں۔ اور جس قدر کاپیاں مطلوب ہوں محصول ڈاک بھجوا کر سکرٹری صاحب ترقی اسلام قادیان سے منگوا لیں۔ دہلی اور اس کے قرب و جوار میں جس قدر سجادہ نشین یا صوفیا کسی احمدی کو معلوم ہوں وہ انہیں یہ الفضل ضرور پہنچا دیں۔ جلسہ سالانہ سے پہلے پہلے تقسیم کا کام ختم ہو جائے۔ اگر کسی جگہ

قادیان میں اسلامی جلسہ

۲۵ تا ۲۹ دسمبر کو بمقام قادیان ضلع گورداسپور ایک عظیم الشان اسلامی مذہبی جلسہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف سے حسب معمول ہوگا۔ اس میں قرآن مجید کے حقائق و معارف اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعجازی تاثیرات اور قوت قدسیہ کے کمالات کا اظہار ہوگا۔ آریہ عیسائی برہمو اور دوسرے مخالفین اسلام اسلام پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم پر جو اعتراضات کرتے ہیں۔ اور آجکل کے فلسفی اور سائنس دان جن ہتھیاروں کو لے کر اسلام پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان کا دندان شکن جواب حقیقت اور معرفت سے بھرا ہوا انشاء اللہ العزیز دیا جائیگا۔ ایسا ہی اُن غلط فہمیوں کی تردید کی جاویگی جو بدقسمتی سے مسلمانوں میں مسیح ناصری کی زندگی اور اس کے نزول وغیرہ کے متعلق ہیں۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کے زبردست دلائل پیش کر کے بتایا جائیگا کہ زندہ اسلام اور زندہ نبی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور زندہ کتاب قرآن مجید کی عظمت و جلال کے اظہار کا اس زمانہ میں یہی واحد ذریعہ ہے۔ نیز یورپ اور دوسری

. . . .

ممالک میں اشاعت اسلام کی جو تحریک جاری ہے اس کے حالات بھی بیان ہونگے۔ بٹالہ ریلوے سٹیشن پر جو امرتسر پٹھانکوٹ شاخ پر ہے مسافروں

ملاقہ میں زیادہ ضرورت معلوم ہو۔ تو وہاں کے دوست اپنے طور پر یہ جواب چھپا کر تقسیم کر سکتے ہیں۔

۵۱۷

کو اترنا چاہیئے - بٹالہ سٹیشن پر استقبال کے لئے ممبر موجود ہونگے - جو کہ آسانی کے ساتھ مسافروں کی روانگی کا انتظام کریں گے - کھانے اور ٹھیرنے کا معقول انتظام ہوگا اور اس کے لئے کسی قسم کی فیس نہیں لی جائیگی - حق پسند اور صداقت جو احباب کو چاہیئے کہ ضرور اس جلسہ میں شریک ہو کر احقاق حق کی کوشش کریں -

جلسہ پر تشریف لانیوالے احباب کیلئے ضروری باتیں

بستر ساتھ ہوں ہمارے وہ احباب کرام جو پیشتر ازیں کسی نہ کسی سالانہ جلسہ کی تقریب پر تشریف لاچکے ہیں - خوب جانتے ہونگے کہ ان ایام میں یہاں کافی سردی ہوتی ہے نیز انھیں یہ بھی علم ہوگا کہ ہر ایک صاحب اپنا بستر اپنے ساتھ لایا کرتے ہیں - لیکن شاید ان احباب کو جو اس سے پہلے کسی جلسہ میں شامل نہ ہوئے ہوں معلوم نہ ہو - اور وہ اس خیال کے ہوں کہ وہاں بستر کا انتظام ہو جائیگا - اپنے ساتھ بستر نہ لائیں ایسے احباب کے لئے لکھا جاتا ہے کہ وہ اپنا گرم بستر ضرور ساتھ لائیں - کیونکہ اتنے ہجوم کے لئے بستروں کا مہیا کرنا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے - امید ہے ہماری اس گذارش پر ہمارے دوست عمل کیا جائیگا - اور کوئی صاحب اس امید پر اسے نظر انداز نہ کریں گے کہ وہاں بستر کا انتظام ہو جائیگا

الگ مکان بعض احباب کرام جو اپنے ساتھ بیوی بچے بھی لاتے ہیں خواہش کرتے ہیں کہ ان کی رہائش کے لئے کسی الگ مکان کا انتظام کیا جاوے لیکن سالہا سال کا تجربہ اور مشاہدہ بتاتا ہے کہ ان ایام میں کوئی ایسا انتظام ہونا بہت مشکل بلکہ محال ہوتا ہے - اس کے علاوہ جس غرض اور غایت کو پیش نظر رکھ کر اپنے بال بچوں کو یہاں لاتے ہیں - وہ الگ مکان میں فروکش ہونے کی وجہ سے خاطر خواہ حاصل نہیں ہو سکتی - اس لئے ہمیشہ سے یہی انتظام چلا آرہا ہے - اور اس سال بھی یہی ہوگا - کہ مستورات حضرت ام المومنین اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کے گھر ٹھیرائی جائینگی - تاکہ مستورات کو اجتماعی فوائد کے علاوہ حضرت ام المومنین اور حضرت خلیفۃ المسیح کے اہل خانہ کی پاک صحبت سے مستفیض ہونیکا بھی موقع حاصل رہے - پس احباب کرام اپنی مستورات کو اپنے ساتھ لائیں - اور ضرور لائیں لیکن اس خیال کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہ ان کے لئے کسی الگ مکان کا انتظام ہو سکیگا ہاں اس خیال سے کہ ان کی مستورات یہاں کی قابل تقلید مستورات سے فائدہ اٹھائیں - اور یہ فائدہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے - جبکہ ان کی صحبت میں بیٹھنے کا انھیں موقعہ حاصل ہو - البتہ خاص صورتوں میں الگ مکان کا انتظام کیا جاتا ہے - لیکن وہ بھی ان احباب کے لئے جو یہاں تشریف لانے سے پیشتر منتظمین جلسہ کو اطلاع دیکر جواب حاصل کر لیتے ہیں -

یکوں اور گڈوں کا انتظام اکثر احباب اس خیال سے اپنے ساتھ بستر لانے سے بھی گھبراتے ہیں کہ انھیں اسے سنبھالنے اور اپنے ساتھ لانے میں تکلیف ہوتی ہے - ان کو معلوم ہونا چاہیئے - کہ بٹالہ سٹیشن سے لے کر قادیان تک ان کے بستروں کو پہنچانا اور اپنی حفاظت میں رکھنا منتظمین جلسہ کے ذمہ ہوگا - اس غرض کے لئے ۲۴ تا ۲۷ - تاریخ کو بٹالہ سٹیشن پر ہر گاڑی کے وقت آدمی موجود ہونگے جو بستروں کو اپنی تحویل میں لے کر گڈوں کے ذریعہ قادیان پہنچانیکا انتظام کریں گے - نیز ان کا یہ بھی فرض ہوگا کہ یکوں اور ٹمٹموں کا انتظام کریں احباب کرام کو یہ تاریخیں خوب یاد رکھنی چاہئیں اور زیادہ کوشش اور سعی اسی بات کی کرنی چاہیئے کہ ۲۴ تاریخ کو وہ کسی نہ کسی وقت بٹالہ پہنچ جائیں -

انتظام ڈاک جو احباب کہ ایام جلسہ میں اپنی ڈاک یہاں منگوانا چاہیں ان کے لئے آرام دہ صورت یہ ہے کہ ایڈیٹر اخبار الفضل کی معرفت منگوائیں یہاں ڈاک عموماً نو اور دس بجے کے درمیان تقسیم ہوتی ہے - اور یہ وہ وقت ہے، جبکہ جلسہ کی کارروائی شروع ہو جاتی ہے - اس لئے دن کو سوائے کسی اشد ضروری خط کے احباب کرام کے خطوط تقسیم نہیں ہو سکیں گے - البتہ رات کو پہنچا دیئے جایا کریں گے یا احباب دفتر اخبار الفضل میں تشریف لا کر ایڈیٹر الفضل سے لے سکیں گے -

جائے قیام مندرجہ ذیل جماعتوں کے قیام کا انتظام دارالعلوم میں ہوگا -

مردان - پشاور - سیالکوٹ چھاؤنی - لائل پور - ضلع و شہر سیالکوٹ شہر - سیالکوٹ مضافات - گوجرانوالہ ضلع و شہر گجرات - جالندھر - ہوشیارپور سرگودھا لاہور تحصیل گورداسپور تحصیل پٹھانکوٹ - لدھیانہ ضلع و شہر - شاہ پور ضلع جھنگ - ریاست مالیر کوٹلہ کالیجیئیٹ -

اور مندرجہ ذیل جماعتیں اندرون قصبہ قیام پذیر ہونگی نیز وزیر پور ضلع و شہر - ہزارہ - ریاستہائے باستثنار مالیر کوٹلہ - شملہ - کانگڑہ - ڈلہوزی - ہندوستان بشمولیت منصوری - بٹالہ شہر - راولپنڈی ضلع و شہر - امرتسر ضلع و شہر - جہلم مع تحصیل بٹالہ ملتان - ڈیرہ غازیخاں - کوہاٹ - ڈیرہ اسمعیلخاں بنگال اڑیسہ - مدراس خاص مہمان کشمیر جموں سندھ بہاولپور

مستورات کا جلسہ

اس دفعہ مستورات کا جلسہ خاص اہتمام کے ساتھ الگ ہوگا - جس میں مستورات کی تقریروں کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بھی دو تقریریں فرمائیں گے -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دار الامن والامان۔ مورخہ ۱۸؍ دسمبر ۱۹۱۷ء

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَالنَّاصِرُ

فیصلۂ حق و باطل

پچھلے دنوں جو میں دہلی سے واپس آیا۔ تو چھبیس ۲۶ یا ستائیس ۲۷ تاریخ کو ایک دوست نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے رسالہ نظام المشایخ میں ایک مضمون نہایت بے باکانہ طور پر ہمارے سلسلہ کے خلاف لکھا ہے۔ میں نے اس مضمون کو منگوا کر پڑھا۔ اور اس خیال سے کہ یہ ایک شغلہ ہے۔ جو خواجہ صاحب کی شہرت پسند طبیعت نے حسب معمول کھڑا کیا ہے۔ اس کے جواب کی طرف التفات نہ کی۔ مگر بعد میں بعض دوستوں کے کہنے پر کہ اس کا جواب ضرور کچھ ہونا چاہیئے۔ اور اگر میں نہ لکھوں۔ تو کم سے کم ان کو اجازت دوں کہ وہ ہی جواب لکھدیں۔ اور باہر سے بھی بعض دوستوں کے خطوط آئے۔ کہ یہ مضمون اور اخبارات میں بھی چھپ رہا ہے۔ اور اسطرح لوگوں میں اسکا عام چرچا ہے۔ میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس کا جواب دیا جاوے۔ اور چونکہ میں ہی مخاطب ہوں۔ میں ہی جواب دوں۔

مجھے خواجہ صاحب کا مضمون پڑھ کر سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہوا۔ کہ ان کو اسقدر طیش اور غضب کس بات پر آیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ کوئی نیا دعویٰ نہیں۔ چالیس ۴۰ سال سے شایع ہوتا چلا آیا ہے۔ اس دعویٰ کی اشاعت کے بعد حضرت دہلی تشریف لے گئے۔ کفر کا فتویٰ اس سے پہلے لگ چکا تھا۔ علماء مخالفت میں اپنا پورا زور خرچ کر چکے تھے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود پھر آپ حضور سے ملے۔ اور اظہار ادب و عقیدت کر کے آپکو اپنے حجرہ میں لے گئے نہایت اصرار سے بطور تبرک آپ سے کچھ سطور لکھوائیں۔ غیر مبایع احمدیوں کے ہم نوا بن کر اگر آپ اسی قدر لکھ دیتے۔ کہ مرزا صاحب کے دعاوی پر تو مجھے اس قدر اعتراض نہیں۔ جسقدر کہ ان دعاوی پر ہے جو تم لوگ ان کی طرف منسوب کرتے ہو۔ تب بھی مخالفت کی ایک نئی وجہ پیدا ہو جاتی۔ اور سمجھا جاتا۔ کہ اب ان نئے عقائد کی وجہ سے جو بقول ہمارے دشمنوں کے ہم نے بنا لئے ہیں۔ ہماری مخالفت شروع کی گئی ہے مگر مخالفت کا باعث اور گالیاں دینے کا محرک ایک ایسے مصرعہ کو قرار دینا جسے شایع ہوئے پچیس سال کے قریب عرصہ گذر چکا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کے ورود دہلی سے بہت پہلے کا ہے۔ ایک ایسا امر ہے۔ جسکی سوائے اس کے کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی۔ کہ بعض لوگوں نے ہماری مخالفت کر کے عوام میں ایک حد تک ہر دلعزیزی پیدا کر لی ہے۔ اور یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ اس مخالفت کے لئے کسی علم یا فن کے جاننے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف بدگوئی اور تضحیک میں ملکہ رکھنا کافی ہے۔ تو خواجہ صاحب نے مناسب نہیں سمجھا۔ کہ اس حصول ہر دلعزیزی کے طریق کو بھی ہاتھ سے جانے دیں اسلئے اپنے بھائیوں سے تقسیم حصہ کرانے کے لئے انہوں نے کوشش شروع کی ہے۔

ہم اس بات کو ہرگز برا نہیں جانتے۔ کہ کوئی ایسا شخص جو فی الواقعہ ہمیں حق پر خیال نہیں کرتا۔ اصولی طور پر ہماری تردید کرے۔ اور شرافت سے حق و باطل میں فیصلہ چاہے لیکن اصولی بحث کرنے کی بجائے گالیاں دینا اور شرافت کی بجائے کمینگی کا اظہار کرنا کسی طرح جایز نہیں ہو سکتا۔ اور ہر مذہب کے شریف الطبع انسانوں کی نظر میں قبیح اور قابل نفرت فعل ہے۔ مگر افسوس کہ خواجہ صاحب اسی مسلک کے سالک ہوئے ہیں۔ اور تصوف کے مدعی ہوتے ہوئے گندہ دہنی سے انہوں نے اپنے آپ کو نہیں بچایا۔ اس ساڑھے تین ورق میں انہوں نے ہمارے امام و مقتدا کو جنہیں ہم ویسا ہی معزز و ممتاز اور بزرگ جانتے ہیں۔ جیسے کہ اور انبیاء کو۔ قریباً ایک سو بیس گالیاں دی ہیں۔ اور بیچ مضمون تو شروع سے آخر تک حقارت آمیز اور نفرت انگیز ہے۔ مضمون کے ابتداء ہی میں آپکی نسبت "یا دش بر شر" کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور اسی سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ لکھنے والا آگے چلکر کیا کچھ گل کھلائیگا۔ اگر خواجہ صاحب کا ارادہ اس مضمون کے لکھنے سے حضرت مسیح موعود کے حق میں بدگوئی کرنے والوں میں کوئی ممتاز درجہ حاصل کرنے کا تھا۔ تو اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ انہوں نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اور دنیا کو اس امر کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ کہ خواجہ صاحب بھی راستبازوں اور اشاعت حق کرنے والوں کو گالیاں دینے میں کسی دوسرے شخص سے کم نہیں۔ خواہ وہ گالیاں دینے والا زمانہ ماضی میں گذرا ہو یا اس وقت موجود ہو۔ مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے اس عمل کو خود انہی کے ہم عقیدہ جو شریف الطبع ہیں۔ نیک کی نظروں سے نہیں دیکھیں گے۔

ماسوا اور گالیوں کے جو خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کو دی ہیں۔ ایک گالی جو انہیں بہت ہی پسند آئی ہے۔ کیونکہ اسے انہوں نے دو تین دفعہ مختلف پیرایوں میں استعمال کیا ہے۔ وہ "مغل" ہے۔ وہ نہایت حقارت سے حضرت مسیح موعود کو مغل اور مغل زادہ اور آپ کی ہمشیرہ کو مغل زادی کہکر اپنا دل خوش کرتے ہیں۔ انکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے

کرانکے نزدیک تمام کمالات رُوحانیہ کے وارث سادات ہی ہیں۔ اور مغل کسی رُوحانی کمال کو حاصل نہیں کرسکتے۔ اگر مغل سے مُراد ان کی بادشاہان دہلی کا خاندان ہے۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہمیں اس سے سروکار نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب اس خاندان سے نہ تھے۔ اور اگر مغل سے ان کی مُراد اس نسل سے ہے۔ جو چین کے شمال سے لیکر عراق عرب تک پھیلتی چلی گئی ہے۔ اور یہی بات علم جغرافیہ کے مطابق ہے۔ تو بیشک یہ بات درست ہے۔ مرزا صاحب مغل تھے۔ کیونکہ وہ فارسی الاصل تھے۔ مگر پیشتر اسکے کہ خواجہ صاحب مغل، مغل زادہ اور مغل زادی کے الفاظ کو اس حقارت کے ساتھ استعمال کریں۔ اور اس سرزمین کو علوم روحانی کے نشوونما کے لئے مہلک قرار دیں۔ انکو اتنا سوچ لینا چاہیئے۔ کہ کبھی وہ بھی تو اس خون کے زیر بار منت نہیں ہوئے۔ ان کو بنو فاطمہ ہونے کا دعویٰ ہے۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زوجۂ مبارکہ اور حضرت زین العابدین کی والدہ مکرمہ فارسی الاصل یا مغل زادی تھیں۔ سوائے ایک نہایت قلیل گروہ سادات کے جو حسنی کہلاتا ہے۔ اور جن کی سیادت کے حسینی سید منکر ہیں (گو غلطی سے) باقی سب سادات اسی فارسی الاصل عورت کی نسل سے ہیں۔ پس اگر یہ خون کچھ ایسا ناپاک ہے۔ کہ اس میں روحانیت اور معرفت کے جواہر حق نہیں پاسکتے۔ تو سب سادات کی رُوحانیت حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے بالکل مرچکی ہے۔ کیونکہ آپنے نو ماہ ایک فارسی الاصل مغل زادی کے شکم میں پرورش پائی ہے۔ اور سوائے حسنی سادات کے سب سادات آپ ہی کی نسل سے ہیں۔ آپ مغل زادہ اور مغل زادی کہکر حضرت مسیح موعود اور آپ کی ہمشیرہ مرحومہ کی ہتک نہیں کرتے۔ بلکہ اگر واقعہ میں یہ ایک حقارت کا کلمہ ہے۔ جیسا کہ آپنے اسے استعمال کیا ہے۔ تو اس سے آپ اپنی جدۂ عظمیٰ کی ہتک کرتے ہیں۔ مگر آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سلمان فارسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر اور سلمان منا اہل البیت فرماکر فارسیوں کو بھی اہل بیت کے زمرہ میں شامل فرماچکے ہیں۔ اور کم سے کم فارسیوں کا ایک خاندان تو آل رسول کہلانے کا ضرور مستحق ہوچکا ہے۔ اور یہ فیصلہ اس بارگاہ سے ہوا ہے۔ جسکی بدولت بنو فاطمہ رض کو سب عزت حاصل ہے ؛

مجھے اس بات پر بھی تعجب ہے۔ کہ خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کے اس مصرعہ پر کہ صد حسین است در گریبانم۔ اس قدر غضب و غصہ کا اظہار کیوں کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بوجہ مسیح موعود اور مہدی معہود ماننے کے ہم حضرت امام حسین سے آپ کو افضل مانتے ہیں اور سب اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ مہدی حضرت امام حسین سے افضل ہونگے پس ہماری نسبت یہ تو کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہم مرزا صاحب کو مہدی ماننے میں غلطی کرتے ہیں لیکن یہ نہیں کہا سکتا۔ کہ مہدی مان کر ہم آپ کو حضرت امام حسین سے افضل کیوں قرار دیتے ہیں۔ جب ہم آپ کو مہدی مانتے ہیں۔ تو آپ کو حضرت امام حسین رض سے افضل بھی ماننا ہمارے لئے ضروری ہے۔ مگر اس عقیدہ کا اس مصرعہ میں ہرگز اظہار نہیں۔ اس مصرعہ سے پہلا مصرعہ یہ ہے۔ کربلا ہست سیر ہر آنم۔ دونوں مصرعوں کو ملاکر یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ ہر وقت لوگ مجھے دکھ اور تکلیف دینے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور ہر وقت میرے لئے واقعہ کربلا بن رہا ہے۔ گویا میں سینکڑوں دفعہ حسین رض بنتا ہوں۔ کہ ایک دفعہ حملہ کر کے میرے دشمنوں کی تسلی نہیں ہوتی۔ اس میں افضلیت اور عدم افضلیت کا ذکر کہاں سے آگیا۔ یہاں تو یہ بتایا ہے۔ کہ حضرت امام حسین سے بھی زیادہ بلکہ سینکڑوں گنے زیادہ میرے مخالف مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ اور خود آپ کا فعل حضرت مسیح موعود کے اس دعویٰ کی تصدیق کر رہا ہے۔ آپ کی وفات کے بعد بھی دشمن اپنے حملوں سے باز نہیں آئے۔ اور خواجہ صاحب کا حملہ اس کی تازہ مثال ہے۔ خواجہ صاحب نے گالیوں سے تسلی ہوتی نہ دیکھ کر صداقت کو ایک طرف رکھ کر کچھ بہتان بھی حضرت مسیح پر باندھے ہیں۔ مثلاً یہ کہ آپ اپنے مخالفوں پر مقدمہ کیا کرتے تھے۔ یہ ایک صریح افترا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے کبھی اپنے کسی مخالف پر مقدمہ نہیں کیا۔ بلکہ جب ڈاکٹر مارٹن کلارک نے بعض دیسی پادریوں کی شہ پر آپ پر مقدمہ اقدام قتل قائم کیا۔ اور ان کے خلاف فیصلہ ہوا۔ تو ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور نے فیصلہ کرتے وقت کہا۔ کہ مرزا صاحب کو چاہیئے۔ کہ ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے محض شرارت سے آپکے خلاف یہ فتنہ اٹھایا تھا۔ مقدمہ کریں۔ مگر آپنے فرمایا۔ کہ میں اس کام میں نہیں پڑنا چاہتا۔ پس ان واقعات کی موجودگی میں اس دلیری سے یہ کہنا کہ آپ اپنے مخالفوں پر مقدمات کیا کرتے تھے۔ نہ معلوم تصوف کی کس تعلیم کے ماتحت ہے ؛

ان سب گالیوں اور بہتان بازیوں کے بعد خواجہ صاحب نے مجھے ایک چیلنج دیا ہے۔ اور ایک عجیب طریق فیصلہ لکھ کر اس کا نام مباہلہ رکھا ہے۔ اور اسکے لئے مجھ بلایا ہے۔ اس انوکھے طریق فیصلہ کی طرف بلاتے ہوئے بھی انہوں نے عجیب خودستائی اور بیہودہ گوئی سے کام لیا ہے۔ جو اس بات پر دال ہے۔ کہ اس عبارت کے لکھتے وقت راقم مضمون اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔ اور اسی لئے شرافت کا اسے ہرگز کوئی پاس نہ تھا۔ چنانچہ خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔

"جب تم اس ارادہ سے (یعنے اس نئے طریق فیصلہ کرنے کی نیت سے) اجمیر شریف آؤ۔ تو اپنی والدہ صاحبہ سے دودھ بخشوا کر آنا۔ اور ریلوے کمپنی سے ایک گاڑی کا بندوبست کرالینا۔ جسمیں تمہاری لاش قادیان روانہ ہوسکے۔ اور نیز اپنی اہلیہ صاحبہ سے مہر بھی معاف کرا لینا۔ اور قادیان کو والد ماجد کی قبر سمیت ذرا غور سے دیکھ آنا۔ کہ پھر تم کو زندگی میں وہ در و دیوار دیکھنے نصیب نہ ہوں گے۔ اور ضرورت ہے۔ کہ وصیت نامہ بھی مکمل کر دینا اور جانشین کے مسئلہ کو بھی طے کر کے آنا۔"

اس عبارت کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ ہر شریف آدمی ان الفاظ کو پڑھ کر ہی معلوم کرسکتا ہے۔ کہ ان الفاظ کا لکھنے والا شرافت سے کوسوں دور ہے۔ اور تصوف کا مقام جو روحانیت کا مقام ہے۔ وہ تو الگ رہا۔ انسانیت کا مقام بھی اسے حاصل نہیں۔ بلکہ بہیمیت اس پر غالب ہے۔ اور درندگی اس پر مستولی ہے۔ اس قسم کا سفلانہ طرز تحریر کبھی کوئی شریف اختیار نہیں کرسکتا ؛

علاوہ اس غیر شریفانہ طرز کے جسمیں یہ عبارت لکھی گئی ہے۔ دو عجیب خیالات

کا بھی اس میں اظہار کیا گیا ہے۔ ایک دودھ بخشوانے کا۔ اور دوسرا مہر بخشوانے کا۔ جہال میں ان باتوں کا چرچا ہو تو ہو۔ مگر ایک دعویدار علم اور مدعی تصوف کے لئے یہ باتیں موجب ننگ و عار ہیں کیا دودھ پینا کوئی جرم ہے۔ کہ جس کی موت سے پہلے والدہ سے معافی لینی ضروری ہے۔ بچہ کا فرض ہے۔ کہ وہ مقدور بھر والدین کی خدمت کرے۔ اور اگر باوجود کوشش کے کوتاہی ہو جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ طاقت سے زیادہ کسی پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ اور اگر جان بوجھ کر کوتاہی کی ہے۔ تو اپنی خطا معاف کروانی چاہیے نہ کہ دودھ بخشوانا چاہیے۔

مہر کا بخشوانا بھی ایک نہایت کمینہ خیال ہے۔ مرد کا حق ہے۔ کہ وہ عورت پر احسان کرے۔ نہ کہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ حق کو بھی اس سے بخشوائے۔ ہم لوگ احمدی ہیں۔ ہم نام و نمود کے لئے مہر نہیں باندھا کرتے۔ مہر دینے کی نیت سے باندھتے ہیں۔ اور اس کے ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص ادا نہ کر سکے۔ اور فوت ہو جائے۔ تو بموجب حکم قرآن (قرآن کریم میں تقسیم سے پہلے دین رکھا ہے۔ اور مہر دین ہے) پہلے عورت کا مہر ادا کیا جاتا ہے پھر اس کی جائداد تقسیم کی جاتی ہے۔ خواجہ صاحب جس وقت یہ الفاظ لکھ رہے تھے۔ اس وقت ان کی قلم سے اسلام نہیں۔ بلکہ وہ اثر ٹپک رہا تھا۔ جو ہندوستان میں بسنے کے بعد مسلمانوں میں رونما ہوا ہے۔ ایک مسلم اور مہر بخشوانے کا خیال جمع نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب اسلامی اثر سے بالکل کورے ہیں۔

اب میں اس عجیب اور انوکھے طریق فیصلہ کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ جو خواجہ صاحب نے پیش کیا ہے۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں اور وہ دونوں اجمیر چلیں۔ اور پھر

"آستانہ غریب نواز کی مسجد میں میرزا صاحب میرے ساتھ کھڑے ہوں۔ اور اپنی باطنی قوت کے تمام حربے مجھ پر آزمائیں۔ اور جب وہ اپنی ساری کرامت آزما چکیں۔ تو مجھ کو اجازت دیں کہ میں صرف یہ کہوں۔

"اے خدا بطفیل اس صاحب مزار کی حقانیت کے اپنی صداقت کو ظاہر کر۔ اور ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو۔ اس کو اسی وقت اور اسی لحہ میں ہلاک کر دے" اور اس کے بعد میرزا محمود کو اجازت دیجاوے کہ وہ اپنے الفاظ میں جو دعا چاہیں۔ کریں"

میعاد صرف ایک گھنٹہ کی مقرر کی جاوے۔ یعنی دونوں آدمیوں میں سے ایک ایک گھنٹہ کے اندر اس دعا کا اثر ہونا چاہیئے"

"اگر تم کو یہ مباہلہ منظور ہو۔ تو ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ہجری کی چھٹی تاریخ کو اپنے حواریوں کو لے کر اجمیر آجاؤ"

"گورنمنٹ سے اجازت لینا اور انتظام کرنا یہ سب تمہارے ذمہ ہو گا۔ اور تم کو باضابطہ ایک تحریر دینی پڑیگی۔ کہ اگر میں آج مر گیا۔ تو میرے وارث حسن نظامی پر خون کا دعویٰ نہ کرینگے۔ نہ سرکار کو اس میں دخل دینے کا اختیار ہو گا۔ ایسی ہی تحریر میں بھی اپنے وارثوں سے سرکار میں داخل کرا دونگا"

"دیکھو بہت آسان بحث ہے۔ بہت جلد ہندوستان کی ایک مصیبت ختم ہو جائیگی۔ جو تمہارے وجود سے پیدا ہو گئی ہے"

جس طرح تم تم کر کے اس چیلنج میں مجھے مخاطب کیا گیا ہے۔ وہ تو مضمون نویس کی شرافت پر دال ہے ہی۔ مگر نفس مضمون بھی اسلام کی واقفیت اور عقل و خرد کے کمال پر کافی طور پر روشنی ڈالتا ہے۔ اس چیلنج میں دو قسم کی غلطیاں کی گئی ہیں۔ ایک وہ جو مذہب سے تعلق رکھتی ہیں۔ دوسری وہ جو عقل و انصاف سے متعلق ہیں اس جگہ دونوں قسموں کی غلطیوں کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

سب سے اول جو بات ایک واقف اسلام انسان کے دل میں کھٹکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ طریق فیصلہ کہاں سے ایجاد کیا گیا ہے۔ اس قسم کا مقابلہ کسی ولی کسی بزرگ کسی نبی کے طریق عمل سے ثابت نہیں۔ خواجہ صاحب فیصلہ کا طریق مخفی طاقتوں اور غیبی تصرفوں کا استعمال اور باطنی قوت کے حربوں کے وار بتلاتے ہیں۔ لیکن ہم قرآن کریم میں بار بار یہی لکھا پاتے ہیں۔ کہ عذاب کا لانا کسی انسان کے اختیار میں نہیں۔ پس جب کسی انسان کے اختیار میں یہ بات ہی نہیں۔ تو اپنی طرف سے اس کے متعلق قواعد بنانے اور غیبی تصرفات کا دعویٰ کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ کفار ہمیشہ رسولوں کو یہ کہتے رہے ہیں۔ کہ اگر ہم جھوٹے ہیں۔ تو ہمیں ہلاک کیوں نہیں کر دیتے۔ اور وہ اس مطالبہ کے جواب میں یہی کہتے رہے ہیں کہ ہمارا اختیار نہیں۔ کہ عذاب الٰہی لائیں۔ عذاب لانا تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اگر وہ "مخفی ہمتیں اور غیبی تصرفات" جن کا ذکر آپ کرتے ہیں۔ ان انبیاء کے قبضہ میں ہوتے۔ تو وہ کیوں ان دشمنان دین کو فوراً ہلاک کر کے انکے اس دیرینہ اعتراض کو دور نہ کر دیتے۔ کہ ہم پر فوراً عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا۔ کفار تو بکار بکار کر کہتے رہے کہ فأتنا بعذاب الله ان كنت من الصادقين (اعراف)۔ مگر انبیاء نے ان کے مقابلہ میں یہ نہیں کیا۔ کہ اپنی مخفی ہمتوں اور غیبی تصرفات کو کام میں لا کر ان کو ایک گھنٹے کے اندر ہلاک کر دیا ہو۔ ہمارے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون اللہ تعالیٰ کا مقبول اور صاحب کمال ہو سکتا ہے۔ مگر آپ کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل اني على بينة من ربي وكذبتم به ط ما عندي ما تستعجلون به ط ان الحكم الا لله - يقص الحق وهو خير الفاصلين ○ قل لو ان عندي ما تستعجلون به لقضي الامر بيني وبينكم ط والله اعلم بالظلمين ○ انعام ع ۷
یعنی ان لوگوں سے کہدے کہ میں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے دلائل رکھتا ہوں۔ اور تم لوگ اس کو جھٹلاتے ہو۔ میرے پاس وہ چیز نہیں۔ جسکو تم جلدی مانگتے ہو (یعنی عذاب) حکم خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ حق بیان کرتا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالوں میں سے ہے۔ کہدے اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی۔ جسکی نسبت تم مطالبہ کرتے ہو۔ کہ فوراً آجاوے۔ تو تمہارے اور میرے درمیان کبھی کا فیصلہ ہو جاتا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اس آیت میں صاف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ کفار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ ہم پر فوراً عذاب آجاوے۔ مگر آپ کو حکم ہوتا تھا کہ ان سے کہیں کہ عذاب دینا میرے اختیار میں نہیں

بلکہ یہ بات صرف اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ اور اگر میرے اختیار میں ہوتی تو تمہارے مانگنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ دیر کا فیصلہ ہو جاتا۔ میں تمہاری شرارتوں کی سزا میں تمکو ہلاک کر دیتا اس جگہ یہ نہیں فرمایا کہ خاموش ہو اور عذاب نہ مانگو۔ ورنہ میں اپنی باطنی طاقتوں سے تمکو ایک گھنٹے کے اندر ہلاک کر دونگا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طاقت کی طرف اشارہ کیا۔ اور اسی کو عذاب دینے والا قرار دیا۔ چنانچہ جب اس کی حکمت کاملہ نے چاہا عذاب بھیجدیا۔

ان آیات قرآنیہ اور سنت انبیا کی موجودگی میں خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ وہ اپنی مخفی ہمتوں اور غیبی تصرفات کو استعمال کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور ایک گھنٹہ کے اندر مجھے ہلاک کرنے کے لئے تیار کیسا بیہودہ ہے عذاب دینا کسی کے اختیار میں نہیں۔ عذاب اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہے۔ وہی عذاب دیتا ہے۔ اور اسی وقت دیتا ہے۔ جب وہ مناسب سمجھتا ہے۔ سوائے مباہلہ کے کہ اس کے لئے اس کی سنت ہے۔ کہ عام طور پر ایک سال میں عذاب نازل ہو جاتا ہے۔ کسی انسان میں ایسی مخفی ہمتیں اور غیبی تصرفات نہیں ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ سے وہ دوسرے انسان کو ہلاک کر سکے۔ سوائے ان طبعی ذرائع کے جن کا روحانیت یا نیکی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ وہ باطنی قوت جبر کے حربہ چلانیکا آپ مطالبہ کرتے ہیں۔ اس کا پتہ قرآن کریم و حدیث میں کہیں نہیں ملتا۔ انبیاء اور ان کی جماعتوں کا باطنی حربہ تو صرف دعا اور زاری ہیں۔ ان کے سوا باطنی طاقت یا غیبی تصرف ان کو ایسا کوئی حاصل نہیں ہوتا۔ جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو ہلاک کر سکیں۔ اس غیبی تصرف اور باطنی طاقت کے دعوے دار تو مدعیان ایمان قلبی و نفظی ہیں۔ انبیاء صلحا کا اس سے نہ کوئی تعلق ہے۔ نہ دین سے اس کو کوئی واسطہ۔ نہ مومن پران باتوں کا کچھ اثر آپ کو اگر اس قسم کی کوئی غیبی طاقت حاصل ہے۔ تو اس کے ذریعہ سے گھنٹہ یا منٹ جس عرصہ میں چاہیں مجھے ہلاک کرنیکی کوشش کریں۔ مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ مگر مجھے قرآن کریم میں اور سنت انبیاء میں اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ میں آپ سے اڈھوں جیتوں اور دہلیوں کی طرح کسی غیبی تصرف کا مقابلہ کروں۔ ہاں آپ کو اجازت ہے آپ اپنی طاقت کو جس طرح چاہیں آزمائیں مگر اس کا نام مباہلہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسلام ہرگز اس قسم کے مقابلہ کا نام مباہلہ نہیں رکھتا۔ آیت مباہلہ کے الفاظ یہ ہیں کہ ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہ پھر ہم اللہ تعالیٰ کے حضور میں عاجزی و زاری کریں اور گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں یعنی دعا کریں کہ جھوٹے پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو۔ ان الفاظ میں اظہار قوت اور غیبی تصرفات کا کہیں ذکر نہیں بلکہ جیسا کہ اسلام کی تعلیم ہے اللہ تعالےٰ کے آگے گڑگڑانے رونے اور اپنی کمزوری کا اظہار کرنے اسی مدد چاہنے کا ذکر ہے۔ پس ان غیبی تصرفات کے مقابلہ کا نام مباہلہ نہیں ہو سکتا۔ دوسری غلطی جو مذہب کی ناواقفیت کی وجہ سے پہنچی ہے۔ وہ اثر مباہلہ کے ظہور کی میعاد کے متعلق ہے آجتک کبھی اللہ تعالیٰ نے اثر مباہلہ کو ایک گھنٹہ کے اندر محدود نہیں کیا اقوال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اتفاق امت اس کے خلاف ہے۔ جیسا کہ احادیث اور تجربہ صلحا سے ظاہر ہوتا ہے تفسیر ابن جریر میں لکھا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لو لاعنونی ما حال الحول و بحضرتھم منھم احد الا اھلک اللہ الکاذبین جامع البیان جلد ۳۔ یعنی رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ اسی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ اگر نجران کے لوگ مجھ سے مباہلہ کرتے تو ایک سال کے اندر ان کے گھروں میں ان کے لوگوں میں سے کوئی نہ رہتا۔ مگر اللہ تعالےٰ اسکو ہلاک کر دیتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بعد کون مسلمان کہلانے والا کہہ سکتا ہے۔ کہ مباہلہ کے لئے ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ کی شرط ہونی چاہیے۔ کیا کوئی انسان ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالےٰ رسول کریم سے زیادہ غیرت دکھائے گا۔ جو شخص کہتا ہے کہ میرے لئے اللہ تعالےٰ اس سے زیادہ غیرت دکھائیگا۔

جس قدر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ وہ تقدم علی الرسول کرتا ہے۔ اور گستاخ ہے۔ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

آجتک امۃ اسلامیہ کے کسی امام نے بھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ کہ مباہلہ کا اثر فوراً ہونا چاہیے بلکہ جیسا کہ ثابت ہے ایک سال کی شرط سب تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ قسطلانی دونوں نے اس بات کا ذکر کیا ہے چنانچہ مواہب اللدنیہ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:-

وما عرف من التجربۃ ان من باھل وکان مبطلا لا تمضی علیہ سنۃ من یوم المباھلۃ جلد اول صفحہ ۲۴۳۔

یعنی تجربہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ جو شخص مباہلہ کرے اس پر یوم مباہلہ سے ایک سال نہیں گذرنے پاتا۔ یعنی وہ اس عرصہ میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ پس خلاف سنت اللہ و فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم و طریق صلحا کیونکر کوئی بات قابل قبول ہو سکتی ہے۔

وہ غلطیاں جو عقل و انصاف کے خلاف ہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

اول خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں اور وہ اجمیر چلیں۔ تاکہ مباہلہ ہو۔ لیکن اجمیر جانے کے جو وجوہ بتاتے ہیں وہ بالکل نامعقول ہیں۔

کسی بات کے لئے مذہبی یا عقلی دو ہی قسم کے وجوہ ہو سکتے ہیں۔ اجمیر جانے کی کوئی وجہ بھی نہیں۔ کیونکہ اجمیر

؎ ان جانوروں کا یہ قاعدہ ہے کہ یہ عام طور پر آپس میں یا بچے شکاروں سے لڑتے نہیں۔ بلکہ ایک دوسرے پر قلبی اثر ڈالنا چاہتے ہیں اور اس طرح غالب کمزور کو قابو پا لیتا ہے۔

کا ذکر قرآن کریم یا احادیث میں مباہلہ کے متعلق کہیں نہیں کیا گیا۔ اور اگر کوئی خاص عقیدت انکو اس مقام سے ایسی ہے۔ کہ جسکی وجہ سے وہ یقین کرتے ہیں۔ کہ وہاں انکو کچھ زیادہ کامیابی ہوگی۔ تو اس عقیدت کے ہم پابند نہیں ہو سکتے۔ ہم باوجود حضرت معین الدین صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بڑا بزرگ تسلیم کرنے کے اس بات کو ہرگز تسلیم نہیں کرتے۔ کہ اجمیر کو مباہلہ کے فیصلہ کے ساتھ کوئی خاص تعلق ہے مباہلہ ایک مذہبی امر ہے۔ اور اسکے ذریعہ سے حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے۔ اس کے وعدہ کے پورا کرنے کے لیئے اجمیر کی ضرورت نہیں اگر عام دعا ہوتی۔ تو پھر ہم کہتے۔ کہ خاص مقامات پر خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے مگر یہ ایک مذہبی امر ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اس کے لیئے کسی خاص مقام کی ضرورت نہیں۔ خصوصاً کسی بزرگ کے مزار پر جا کر اس قسم کا فیصلہ کرنا تو شرک کا پہلو بھی رکھتا ہے۔ باقی رہی عقل۔ وہ اس تجویز کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ یہ بات دانائی سے بعید ہے۔ کہ مباہلین کی جائے رہائش سے سینکڑوں میل آگے جا کر مباہلہ کیا جائے۔ اور خواہ مخواہ مصارف کثیرہ اور تکلیف سفر برداشت کیجائے پس یہ تجویز آپکی کسی طرح قابل قبول نہیں *

دوسری بات جو انصاف کے خلاف ہے۔ انکا یہ مطالبہ ہے۔ کہ گورنمنٹ سے اجازت لینی اور انتظام کرنا میرے ذمہ ہو۔ عجیب بات ہے۔ کہ خود ہی یہ چیلنج دیں۔ اور اجازت اور انتظام میرے ذمہ ڈالیں۔ اور وہ بھی اپنے گھر میں۔ کیونکہ اجمیر انکا گھر ہے۔ انکے ہمخیالوں اور پیرزادوں کا شہر ہے۔ اور ہمارے دشمنوں اور مخالفوں کا مرکز ہے۔ اسجگہ بلوانا اور انتظام اور اجازت ہمارے ذمہ ڈالنا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اس قسم کی شرائط تو بتا رہی ہیں۔ کہ آپ کوشش کر رہے ہیں۔ کہ کسی طرح مباہلہ ہو بھی نہیں۔ اور آپکو ایک جھوٹی فتح بھی حاصل ہو جاوے *

تیسری شرط جو علاوہ بیہودہ ہونیکے بہت سے شکوک بھی پیدا کرتی ہے۔ یہ ہے، کہ فریقین اور انکے ورثاء کو ایک تحریر لکھکر دینی ہوگی۔ کہ انکی ہلاکت پر انکے ورثاء گورنمنٹ سے انکے خون کا دعویٰ نہ کرینگے۔ اور نہ گورنمنٹ کو اس امر میں دخل دینے کی اجازت ہوگی۔ جو شخص باطنی قوت اور غیبی تصرف دکھانے کا مدعی ہو۔ اسے اس قسم کی شرط لگانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کیا گورنمنٹ کسی قانون کے ماتحت اس قسم کے معاملہ میں دخل دے سکتی ہے۔ کیا برطانیہ کی عدالتوں میں ایسا مقدمہ چل سکتا ہے۔ جب ایک شخص بغیر کسی حربہ کے یا زہر وغیرہ کے مر گیا۔ تو گورنمنٹ اس کی موت پر کسی شخص سے باز پرس کیونکر کر سکتی ہے۔ قوت روحانیہ سے مارنا گورنمنٹ برطانیہ کی نظر میں کوئی جرم نہیں۔ کیونکہ وہ اس قوت کی قائل ہی نہیں۔ اور اسے جہالت سمجھتی ہے، پس اگر آپنے اپنی باطنی قوت سے مقابلہ کی نیت کی ہے۔ تو اس شرط کے معنی ہی کیا ہوئے۔ یہ شرط تو بتا رہی ہے۔ کہ کسی باطنی قوت سے نہیں۔ بلکہ فرقۂ باطنیہ کے طریق عمل سے فائدہ اٹھانے کی آپکی نیت ہے۔ اور اجمیر میں بلانا جو آپکے ہم عقیدوں کا مرکز ہے۔ اس شبہ کو اور بھی تقویت دیدیتا ہے۔ اور جب ہم آپکے مضمون میں ایک یہ فقرہ بھی دیکھتے ہیں۔ "اگر تم کسی فدائی کو بھیجکر میرے قتل کا ارمان نکالنا چاہو گے تب بھی میں حاضر ہوں اور تم کو بہت متعدی لطف اس کا آجائے گا" تو ہمارا شبہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ اس فقرہ میں اقرار کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو بھیجکر آپکو قتل کرانے کی کوشش کروں۔ تو اسکے مقابلہ میں مجھے بہت متعدی لطف آئیگا۔ یعنی ویسی ہی کوشش میرے لیئے ہی نہیں۔ بلکہ میری جماعت کے بہت سے لوگوں کے متعلق آپکے فدائی کرینگے۔ اور یہ لطف متعدی ہوگا۔ یعنی ایک دو پر محدود نہیں ہوگا۔ بلکہ دور تک چلتا جاویگا۔ میری نسبت تو جو کچھ آپنے لکھا ہے۔ وہ ایک دشمن کا قول ہے اور قابل قبول نہیں۔ لیکن یہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔ کہ آپکے ساتھ ایک فدائیوں کی ایسی جماعت ہے۔ جو قتل و غارت جیسے قبیح افعال سے بھی دریغ کرنے والی نہیں *

چوتھی بات جو خلاف عقل ہے۔ وہ خواجہ صاحب کا اس مباہلہ کو ایک عام حجت قرار دینا ہے۔ عام حجت کے لیئے طرفین کی طرف سے ایسے آدمی ہونے چاہئیں۔ جنکے فعل کا اثر عام ہو۔ میں تو اپنی جماعت کا قائم مقام ہوں۔ میرے فعل کا اثر تو میری سب جماعت پر جو اکثر حصہ احمدیان پر مشتمل ہے۔ پڑے گا مگر خواجہ صاحب کس جماعت کے قائم مقام ہیں۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم الخ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مباہلہ دو جماعتوں کے درمیان ہوتا ہے۔ خواہ جماعت خود حاضر ہو۔ یا اسکا کوئی قائم مقام ہو۔ پس خواجہ صاحب اس مباہلہ کو عام کیونکر قرار دیتے ہیں۔ انکی ہلاکت پر کس جماعت پر اتمام حجت ہوگی *

غرض جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے۔ خواجہ صاحب نے جو طریق فیصلہ پیش کیا ہے وہ خلاف شریعت خلاف عقل اور یک طرفہ ہے۔ اسلیئے ایک مسلمان اور جسے خدا تعالیٰ نے عقل سلیم دی ہو۔ اسے ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا۔ ہاں جو طریق قرآن کریم کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تجربہ صلحائے امت سے ثابت ہے۔ اسکے مطابق فیصلہ کرنیکے لیئے میں اور میری جماعت ہر وقت طیار ہے۔ اور وہ طریق مباہلہ ہے۔ مباہلہ کیلیئے ہم بارہا اپنے مخالفوں کو چیلنج دے چکے ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں۔ تو آپسے بھی مندرجہ ذیل شرائط کے ماتحت مباہلہ کرنیکے لیئے تیار ہیں۔ اگر ان شرائط میں سے کوئی ایسی ہو۔ جو آپکے نزدیک درست نہ ہو۔ تو آپ اسکے متعلق تحریر کریں۔ میں اور میری جماعت اسپر پوری طرح غور کرینگے *

وہ امر جس کے متعلق مباہلہ ہوگا

میں حضرت مسیح موعود کا خلیفہ ہونیکے کسی امر کا مدعی نہیں ہوں۔ اور آپ حضرت مسیح موعودؑ کے ہی منکر ہیں۔ اسلیئے میری خلافت کے متعلق تو آپسے مباہلہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس امر پر تو احمدی کہلانیوالے منکرین خلافت کر سکتے ہیں۔ آپکے میرے درمیان متنازعہ فیہ امر حضرت مرزا صاحب کی صداقت ہے۔ سو میری طرف سے مضمون مباہلہ یہ ہوگا۔ کہ میں مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور اور مرسل مانتا ہوں۔ اور میرا یقین ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے ماتحت مسیح موعود اور اسوقت حق عالم کی

اصلاح کے لیئے مبعوث ہوئے تھے۔ اے خدا اگر یہ بات درست ہو تو مجھ پر عذاب نازل کر اور اسے عبرتناک سزا دے اور آپکی طرف سے اسکے خلاف مضمون ہوگا۔ اگر آپ چاہیں گے ساتھ یہ بھی شامل کر لیا جاویگا۔ کہ آپ نبی تھے۔ گو میں مسیحیت اور نبوت کو لازم و ملزوم یقین کرتا ہوں ٭

شرائط مباہلہ

۱- چونکہ اخراجات کثیرہ برداشت کر کے اور اپنا وقت صرف کر کے مجھے اس مباہلہ میں حصہ لینا ہوگا۔ اسلیئے جہاں تک ہو سکے یہ مباہلہ اس طرح کیا جاوے کہ اس کا اثر جسقدر ہو سکے وسیع ہو۔ اور چونکہ آپ کسی جماعت کے قائم مقام نہیں۔ کیونکہ آپ اس طریقہ کے پابند ہیں۔ کہ جس میں اختلاف مذہبی بھی پیری مریدی میں فرق آنے نہیں دیتا۔ اور جس کے مطابق ہندو اور دیگر غیر مذاہب کے پیرو بھی بیعت میں شامل جماعت ہوتے۔ اور مخلص مریدین کہلاتے ہیں۔ پس آپکا وجود کسی گروہ کا قائم مقام نہیں کہا جا سکتا۔ اور آپ کی ہلاکت کسی پر حجت نہیں ہو سکتی۔ جو لوگ آپ کی زندگی میں اختلاف مذہب میں حرج نہیں دیکھتے آپ کی موت انپر کیا اثر ڈال سکتی ہے مگر میں ایک جماعت کثیرہ کا واجب الاطاعت امام ہوں۔ اسلیئے اس مباہلہ کو وسیع الاثر بنانے کے لیئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ فریقین کے ساتھ مباہلہ کے وقت کم از کم ایک ایک ہزار آدمی ہو۔ جو مباہلہ میں شامل ہو جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جماعت کو لیکر نکلے تھے (جیسا کہ ابن عساکر کی روایت سے ثابت ہے۔ اور جیسا کہ آیت مباہلہ سے باتفاق کل ائمہ مفسرین ظاہر ہوتا ہے) اور جس طرح کہ وفد نجران کے سب ممبروں کو بحیثیت قائم مقام کل قبیلۂ نجران مقابلہ میں نکلنے کے لیئے فرمایا تھا اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ یہ عمل ہمارا ضائع نہ جاویگا اور کم از کم ایک ہزار آدمی کی بربادی اور ہلاکت ایک ایسا بڑا نشان ہوگا۔ کہ لاکھوں کی ہدایت کا موجب ہوگا ٭

شرط دوم۔ دوسری شرائط کے طے ہونے اور تاریخ کے مقرر ہونے کے بعد ہر ایک فریق کو لازم ہوگا۔ کہ وہ کم از کم ایک ہزار آدمی کی فہرست مع ان کے دستخطوں اور پتوں کے فریق ثانی کو بھیجدے۔ کہ یہ لوگ مباہلہ میں شامل ہونگے ٭

شرط سوم۔ مباہلہ لاہور میں ہوگا۔ کیونکہ یہ مقام دونوں فریق کے لیئے یکساں ہے ٭

شرط چہارم۔ جیسا کہ آیت مباہلہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دلائل کے اظہار کے بعد مباہلہ ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ وفد نجران سے طویل گفتگو کے بعد جب انہوں نے اتمام حجت کے بعد بھی آپکے دعویٰ کو قبول نہ کیا۔ تب آنحضرت صلعم نے مباہلہ کا ارادہ کیا۔ فریقین کے لیئے ضروری ہوگا کہ مضمون مباہلہ پر ایک دوسرے کو اپنے خیالات اور اسکے دلائل سے آگاہ کریں۔ تا کہ پہلے اتمام حجت ہو جاوے۔ اسلیئے ضروری ہوگا۔ کہ تاریخ مباہلہ سے دو دن پہلے فریقین لاہور پہنچ جاویں۔ اور وہاں ایک جگہ لیجاوے۔ جس کے اخراجات کے فریقین بحصہ مساوی ذمہ وار ہونگے۔ اسجگہ ایک تقریر میری عقائد مذکورہ بالا کی صحت کی تائید میں ہو۔ اور آپ اسپر بعد میں جرح کریں۔ اور ایک تقریر آپ کی ان عقائد کے خلاف عقائد کے ثبوت میں ہو۔ اور میں اسپر جرح کروں۔ اسکے بعد فریقین کے ساتھیوں میں سے جو شخص دلائل سے متاثر ہو کر مباہلہ سے ہٹنا چاہے۔ وہ کھڑا ہو کر اعلان کر دے۔ کہ مینے فریقین کے دلائل سنکر فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ فریق ثانی کے دلائل ایسے ہیں۔ کہ ان کی موجودگی میں مباہلہ کی جرأت نہیں کر سکتا اور خدا کے غضب سے ڈرتا ہوں اس کے بعد اسے مباہلہ سے علیحدہ ہونے کی اجازت دیجاوے۔ لیکن اسکی جگہ انکے فریق کو اسی قدر آدمی اور داخل کرنے ہونگے ٭

شرط پنجم۔ اس جلسہ میں سوائے ان اشخاص کے جو مباہلہ میں شامل ہونیکا ارادہ کر چکے ہوں۔ اور کسی کو شامل ہونے کی اجازت نہ ہوگی۔ تا بے فائدہ شور نہ ہو۔ اور تا فریقین پر اس نظارہ کا اثر پڑے ٭

شرط ششم۔ شرائط کا فیصلہ ہونے کے بعد فریقین کو پانچ پانچ ہزار روپیہ نقد کسی ایسے ثالث کے پاس جو معتبر اور ثقہ ہو۔ اور کسی فریق سے تعلق نہ رکھتا ہو جمع کر دینا ہوگا (یہ لازم ہوگا کہ ثالث یورپین ہو۔ اور جج یا معزز وکلا میں سے ہو تا کسی فریق کی طرفداری کا شبہ نہ ہو سکے) بدیں شرط کہ اگر تاریخ مقررہ پر کوئی فریق حاضر نہ ہوا۔ تو اس کا جمع کردہ روپیہ ثالث فریق ثانی کو جو حاضر ہو گیا ہو مع اسکے اپنے روپیہ کے دیدے یہ شرط اسلیئے ضروری ہے۔ کہ تا کوئی فریق دوسرے فریق کو دکھ دیکر نقصان نہ پہنچائے فریق کے حاضر ہونے سے مراد یہ ہوگی۔ کہ اسکے تمام ساتھی حاضر ہوں۔ اس خیال سے کہ بعض دفعہ بیماری وغیرہ لاحق ہو جاتی ہے۔ پچاس آدمی تک اگر کم ہوں تو اسمیں کوئی حرج متصور نہ ہوگا۔ لیکن سرگروہوں کا موجود ہونا ضروری ہوگا ٭

شرط ہفتم۔ وہ مقام جہاں مباہلہ ہو محفوظ ہوگا۔ سوائے مباہلہ کرنیوالوں کے یا ایسے لوگوں کے جن کو ٹکٹ کے ذریعہ سے جو طرفین کی منظوری سے تقسیم ہونگے۔ داخلہ کی اجازت دیجاویگی۔ عام لوگوں کو اندر آنیکی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں پولیس انتظام کے لیئے ہوگی اور فریقین الگ الگ بلاکوں میں بٹھائے جاوینگے۔ جن کے درمیانی قطعہ میں پولیس ہوگی ٭

شرط ہشتم۔ میدان مباہلہ کے انتظام و پولیس کے اخراجات بھی برابر برابر فریقین کو دینے ہونگے ٭

شرط نہم۔ مباہلہ کے لیئے اجازت کی کوشش اور انتظام کی ذمہ واری فریقین کے ذمہ ہوگی ٭

شرط دہم۔ مباہلہ میں یہ شرط ہوگی۔ کہ عذاب آسمانی ہوگا۔ انسانی دخل سے پاک ہوگا ٭

شرط یازدہم - اس مباہلہ کا ظاہر ہونا یوم مباہلہ سے ایک سال کے عرصہ میں ضروری ہوگا۔ خواہ سال کے کسی حصہ میں ظاہر ہو۔ اس سے پہلے اور بعد کا کوئی واقعہ لائق حجت نہ ہوگا۔ ہاں آپکو میری طرف سے اجازت ہوگی۔ کہ آپ ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ یا سال کے اندر کتنے ہی وقت کے اندر اپنا اثر دکھانے کا دعویٰ کریں۔ لیکن یہ ضروری ہوگا کہ آپکی مقرر کردہ مدت کے اندر اگر اثر مباہلہ ظاہر نہ ہوا۔ تو آپ کو اسی وقت سے جھوٹا سمجھ لیا جاویگا ؂

شرط دوازدہم - آیت قرآنی کے ظاہر معنوں کے لحاظ سے اور سنت نبی کریمؐ کے مطابق یہ ضروری ہوگا۔ کہ کم سے کم سرگروہ اپنے بیوی اور بچوں کو مباہلہ میں شامل کریں ؂

شرط سیزدہم - وقت مباہلہ ایک گھنٹہ ہوگا ؂

اگر ان شرائط کو آپ باوجود آپکے ایک فیق کے دعویٰ کے کہ مجھے اسقدر مریے خواب۔ میں بھی میسر نہیں ہوئے۔ جسقدر کہ آپکے ہیں۔ پورا نہ کرسکتے ہوں۔ تو پھر دو اور تجاویز ہیں۔ آپ انکے ذریعہ سے اپنے دل کی آرزو پوری کرسکتے ہیں ؂

اوّل یہ کہ آپ اجمیر جاکر جہاں خاص طاقتیں آپ کو ملتی ہیں یا جس اور مقام پر آپ کو خاص برکت حاصل ہو۔ اپنی تمام طاقتیں میرے خلاف صرف کریں۔ لیکن قبل از وقت اعلان کردیں۔ کہ چونکہ یہ شخص ایک ایسا شخص ہو جو (نعوذ باللہ) مفتری اور کاذب ہے۔ راستباز معلوم ہوتا ہے۔ اور اپنا سارا زور سادہ لوحوں کو بہلا کر اس کی جماعت میں شامل کرنیکے لئے خرچ کرتا ہے۔ اسلئے فلاں وقت سے میں اسکے خلاف اپنی باطنی طاقتوں کا خرچ کرنا شروع کرونگا اسوقت سے اسقدر عرصہ کے اندر یہ ہلاک ہوجاویگا۔ ؂

دوم یہ کہ آپ اپنے اہل وعیال سمیت مع دس اور ہمراہیوں کے قادیان آجاویں (دس ہمراہی آپکے اعزاز اور آرام کے لیئے لکھے گئے ہیں۔ ورنہ اس سے کم بھی ہوسکتے ہیں) آپکے کرایہ آمد و رفت کا میں ذمہ وار ہونگا۔ سیکنڈ کلاس کا واپسی کرایہ آپکے اور آپکے اہل وعیال کے لیئے دیا جاویگا۔ اور باقی دس ساتھیوں کے لیئے انٹر کلاس کا دیا جاویگا (اگر دس سے زیادہ آدمی آپ ساتھ لاویں۔ تو بقیہ کا کرایہ آپکے ذمہ ہوگا۔ ہاں انکی رہائش کا اور خورد و نوش کا انتظام میرے ذمہ ہوگا) انتظام وغیرہ سب امور کا میں ذمہ وار ہونگا۔ اور بعد فیصلہ تاریخ آپکو اپنی دستخطی تحریر بھیجدونگا۔ کہ میں آپ اور آپکے ہمراہیوں کے لیئے ہر طرح کے امن و امان کا ذمہ وار ہوں۔ اور آپکی مزید تسلی کے لیئے چار کنسٹبل اور ایک ہیڈ کنسٹبل کے اخراجات اپنے پاس سے ادا کرکے انکی خدمات آپکی حفاظت کے لیئے لے دونگا۔ یہاں آپکے ٹھہرنے اور خورد و نوش کا سامان کرنیکا بھی میں ہی ذمہ وار ہونگا۔ جب آپ یہاں آجاوینگے۔ تو اسی طرح جس طرح پہلے لکھا گیا ہے۔ پہلے آپسے تبادلہ خیالات ہوگا۔ اس کے بعد اگر آپ مباہلہ پر مصر ہونگے۔ تو آپ اور آپکے اہل وعیال۔ اور میں اور میرے اہل وعیال کے درمیان سنت نبوی کے مطابق مباہلہ ہوجاویگا۔ آپکے ساتھی بھی چاہینگے۔ تو شامل ہوسکیں گے۔ اتنے ہی آدمی میرے ساتھ بھی اور شامل ہوجاوینگے۔ اس کے بعد فریقین کے دستخط سے اطلاع مباہلہ کا اعلان مختلف اخبارات میں شائع کردیا جاویگا ؂

یہ بات بھی میں اسلیئے پیش کرتا ہوں۔ کہ آپ گو کسی جماعت کے امام تو نہیں۔ مگر اسوقت کے صوفیوں میں ایک اچھے ہوشیار آدمی ہیں اور اپنی مضمون نویسی کی وجہ سے ایک حد تک شہرت حاصل کرچکے ہیں آپکے اس طریق فیصلہ کو پرکھنے کے نتیجہ میں انشاء اللہ ہماری صداقت کا اظہار بہت سے لوگوں پر ہوجاویگا۔ اور اخراجات کثیر برداشت کرکے اور وقت کا حرج کرکے اور تکلیف سفر اٹھا کے کسی ایسے مباہلہ میں شامل ہونا جس کا فائدہ کچھ بھی نہ ہو۔ خلاف دانائی ہے۔ اسلیئے باہر جاکر مباہلہ کرنے کے لیئے ایسی شرائط ضروری ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ سے مباہلہ کا اثر وسیع کیا جاوے۔ ایک ہزار آدمی کی تعداد بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں کہ اسقدر بڑے کام کے لیئے اسکو جمع کیا جاوے۔ اور اگر سات کروڑ ہم خیالیوں میں سے آپ کو ایک ہزار آدمی بھی نہ ملیں۔ تو آپسے مباہلہ کرنے کے لیئے تکلیف سفر اٹھانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ؂

خاکسار

میرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی - قادیان - دارالامان

نوٹ :- خواجہ حسن نظامی نے رسالہ نظام المشائخ جس میں چیلنج دیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کو نہیں بھیجا۔ نہ یہ رسالہ یہاں کسی کے تبادلہ میں آتا ہے۔ مگر ہم سب سے پہلے خواجہ حسن نظامی کے نام یہ جواب بذریعہ رجسٹری بھجواتے ہیں۔ (مہتمم الفضل)

(۲) احباب کرام اس مضمون کی متعدد کاپیاں دفتر ترقی اسلام قادیان سے منگوا کر اپنے قرب وجوار میں تقسیم کریں ؂

۲۵ دسمبر سے ۲۹ دسمبر تک قادیان سالانہ جلسہ احمدیہ ہوگا۔

خواجہ حسن نظامی کا مباہلہ

کسی کو چین نہ قاتل کی شوخیوں سے ملا
مرے ہوئے بھی تڑپتے ہیں نیم جان کی طرح

"خواجہ حسن نظامی صاحب کے اس مضمون کے متعلق جسکا مفصل جواب آج ہی کے اخبار میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے کا تحریر کردہ شائع ہو رہا ہے ہمارے پاس متعدد مضمون کئی ایک احباب کی طرف سے پہنچ چکے ہیں جو انشاء اللہ آئندہ شائع کئے جائینگے جن سے خواجہ صاحب موصوف کو اپنے باطنی جہاد کے چیلنج کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور ان پر منکشف ہو جائیگا کہ ان کے مقابلہ پر آنے کے لئے جماعت احمدیہ میں خدا کے فضل وکرم سے ایک دو نہیں بلکہ کئی ایک جری بیتاب ہو رہے ہیں فی الحال ہم غیر مبایعین کی خاطر کہ جنکے اخبار پیغام صلح نے خواجہ حسن نظامی کی تائید کرتے ہوئے ہمارے خلاف قلم اٹھایا ہے۔ ذیل میں ایک مضمون درج کرتے ہیں جو ایک ایسے صاحب کا لکھا ہوا ہے جنہوں نے اگرچہ ابھی تک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی بیعت نہیں کی لیکن تعصب سے خالی اور حق پسند ہونیکا دعویٰ رکھتے ہیں اور اس موقعہ پر حق کی تائید اور باطل کا سر کچلنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں امید ہے کہ ان کے رویہ سے دیگر حق پسند غیر مبایعین بھی نصیحت حاصل کرینگے۔" (ایڈیٹر)

ابتک خواجہ صاحب ادبی علمی اور اخباری دنیا میں اپنے رنگ کے ایک خاص صوفیانہ مذاق کے صاحب قلم اور باہمہ و بے ہمہ بزرگ مانے جاتے رہے اور مانے جاتے ہیں لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ مذہبی اور پیشوائے دین کے میدان میں عنقریب ایک جنگ جو اور ہوشیار مجاہد کی شان مقدس میں آیا چاہتے ہیں۔ غالباً جناب خواجہ صاحب کو آل انڈیا صوفی کانفرنس کی مفروضہ ہستی کی معدومیت کے بعد یہ خیال آیا ہے کہ اگر اسکی سیکرٹری نصیب نہیں ہوئی اور وہ صوفیانہ سکہ نہیں چلا تو اب رفتہ رفتہ لوگوں کو الہامی پیشگوئی اور مذہبی تقدس اور رسائی الی اللہ سے مرعوب و متاثر کرو۔ چنانچہ پیغام صلح (جس میں اس اعلان جنگ کی اشاعت ثانیہ بہ عکس نہند نام زنگی کافور کی یاد دلاتی ہے) مطبوعہ ۲۸ر نومبر ۱۹۱۷ء موصولہ یکم دسمبر ۱۹۱۷ء میں خواجہ صاحب کے نہایت عامیانہ نہایت دلیرانہ اور سراسر اشتہار بازی کے اصول سوقیانہ پر مبنی اعلان یا چیلنج مباہلہ شائع ہوا ہے بظاہر پڑھنے والے کے قلب پر اس آمادگی اور اس زور شور کا غیر معمولی اثر ہوگا وہ سمجھیگا کہ خدا کے ایک برگزیدہ اور مقبول بندہ جس کے ظاہر و باطن میں انوار رحمانی نے اتنی جذب پیدا کردی ہے کہ وہ اپنے دعوے کو اس درجہ یقین اور اعتماد کے ساتھ اپنے اندر سچا اور پورا ہوتا ہوا دیکھ رہا ہے اور نہایت وثوق کے ساتھ اپنے حریف کو محض اپنی حقانیت دکھانے کے لئے للکار کر بلا رہا ہے۔ مگر ایک ہی لمحے کے غور سے معلوم ہو جائیگا کہ خواجہ صاحب نے حق کی حمایت اور حق کے اظہار کے لئے ایسا معاملہ نہیں پیش کیا ہے۔ خدا کی راہ طے کرنے والوں اور خدا کی پاکیاں اور بزرگیاں بیان کرنے والوں کا لب ولہجہ ایسا بچپنانہ اور ایسا طفلانہ نہیں ہو سکتا۔ وہ جبار وہ قہار اور وہ شہنشاہوں کا شاہنشاہ اپنا پیغام بھی کسی کے پاس پہنچانا چاہتا ہے یا پہنچانے کا حکم دیتا ہے تو فرماتا ہے کہ فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشیٰ (پس اس پاس جاکر نرمی سے بات کرو شائد وہ سمجھ جائے) خواجہ صاحب ہی فرمائیں کہ "دودھ بخشوا کر آنا بیوی سے مہر معاف کرا کے آنا اور باپ کی قبر سے رخصت ہو کر آنا" کہاں تک ایک دینی زندگی خدا پرستی کی شان اور اسکے مذاق عارفانہ کو ظاہر کرتا ہے اگر خواجہ صاحب کو یاد ہو اور غالباً یاد ہوگا بھولے نہ ہوں گے تو فرمائیں کہ یہ مسئلہ دودھ بخشوانے کا کہاں سے معلوم کیا۔ کیا گہوارے کی لوریوں کے ساتھ اسکی تعلیم دی گئی تھی یا دائی کی گود میں اسکو سیکھا تھا؟

خواجہ صاحب سب سے پہلے اس ابہام اور رمز کو بتائیں کہ اجمیر شریف کی سرزمین کی کیوں تخصیص کی گئی۔ کیا حضرت شاہ نظام الدین اولیاءؒ کی درگاہ یا اسکا احاطہ آپ کے لئے زیادہ قبولیت اور تقرب کا ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا جو نہ ہو اجمیر شریف میں تو کچھ فی نظر آتی ہے اور وہ ہم یوں سمجھتے ہیں کہ اگر احمدی جماعت مباہلے کے لئے تیار ہوئی اور وہ اجمیر شریف تک پہنچی تو خدام درگاہ احمدیوں کو دائرہ اسلام سے دور سمجھ کر درگاہ کے احاطے کے اندر ہی نہ آنے دینگے اور جب وہ لوگ اندر نہ آ سکینگے تو پھر اصل مضمون مباہلہ کا خبط ہو کر رہ جائیگا اور خواجہ صاحب کی یکطرفہ ڈگری ہو کے رہیگی ہمارا خیال ہے کہ خواجہ صاحب اگر حق پر ہیں تو کیوں نہیں اجمیر شریف سے اس امر کا انتظام اور اطمینان کر لیتے کہ ہم لوگ اس طرح مباہلے کے لئے آنا چاہتے ہیں آپ لوگ کیا اسکی اجازت دے سکتے ہیں ہم تو اسکو بھی غیر ضروری سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دلی میں جناب میاں صاحب ۲۰ر نومبر ۱۹۱۷ء تک تھے جیسا کہ اسکا ثبوت میرے پاس ایک خاص تار سے موجود ہے۔ اس وقت اور اس زمانہ قیام میں جبکہ مسٹر مانٹیگو وزیر ہند کی خدمت میں اڈریس پیش کرنے کے لئے بہت سے ان کے ساتھ کے لوگ دلی میں تھے اگر جناب خواجہ صاحب اپنے چیلنج کو بالاعلان پبلک میں اسی وقت شائع کرتے تو اجمیر شریف تک جانے کی زحمتوں اور دقتوں سے دونوں محفوظ رہتے اور ہندوستان کی بہت بڑی جماعت واقف اور تعلیمیافتہ اس تماشائے حق کو دیکھ لیتی مگر ایسا نہیں کیا گیا اسکے لئے اب بھی ایک آسان صورت یہ ہے کہ جناب خواجہ صاحب اگر وہ حق پر ہیں جیسا کہ انکو یقین ہے جس کا اظہار وہ میاں صاحب کی شرطیہ اور یقینی موت کے دعوے سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجمیر شریف میں میرے ساتھ کوئی نہیں ہوگا۔ تو آج ہی ہماری یہ تحریر پڑھ کر وہ فوراً قادیان کا راستہ لیں۔ اور

اور وہیں اسی مباہلہ کا فیصلہ کر دیں اور اگر ایسا نہیں کیا تو ہم اس مباہلے کو محض اشتہاری اور خواجہ صاحب کی شخصیت کا بگل بجانے کے ہم میاں صاحب کی طرف سے پورا اطمینان دلانا چاہتے ہیں کہ جناب خواجہ صاحب کی ذات بابرکات کے ساتھ وہاں کوئی شخص خلاف شریعت وخلاف قانون کوئی حرکت نہ کریگا اور جبکہ ان کو اپنی زندگی اور اپنی حقانیت کا روحانی احساس و اعتراف ہے تو کسی دنیاوی مخالفت سے برداشتہ خاطر ہونا تو انہیں نہیں ہونا چاہئے۔

اب یہاں سے اصل مضمون مباہلہ کی طرف رجوع ہونے کی ضرورت ہے جناب خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ خواجہ اجمیری کی باطنی ہمت سرکش اور نافرمان مدعیوں کو فنا کر دیتی ہے ہم اسکو ان کے خیال کے موافق اگر مان بھی لیں تو ہم کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ خواجہ صاحب کو باوجود اسکے کہ وہ صوفی ہیں یہ نہیں معلوم کہ اجمیر کے درویش اعظم کو غریب نواز کہتے ہیں اور اس پاک یاد والے بندہ خدا میں جمالی انوار بمقابلہ جلالی اثرات کے زیادہ ہیں مگر سب سے پہلے مولانا حسن نظامی صاحب کو بتانا چاہیے کہ میاں صاحب نے کونسا دعوے کیا ہے جس کے جواب میں وہ مباہلے کا اعلان کرتے ہیں اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اسکی ضمیر پھیری گئی ہے تو وہ تو اس وقت دنیا میں نہیں ہیں اور اب یہ مباہلہ ناوقت عبث ہے ع

جو بیشہ تہی ماند از غرہ شیر
شغالاں بہ بیشہ در آیند دلیر

بہتر تھا کہ خواجہ صاحب حضرت اقدس کے زمانہ میں اپنی کرامت دکھانے کا خیال کیا ہوتا۔ آج شاید ان کی ہمتیں اسلئے تیز ہو گئی ہیں کہ خود احمدی جماعت میں ایک طبقہ اپنی دنیاوی اور مصلحتی کمزوریوں سے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنانے کا مدعی ہے اور وہ طبقہ کبھی تو عام اسلامی ہمدردیوں سے امیدوار کرم ہوتا ہے اور کبھی عام سیاسی انجمنوں سے متوقع ہو کر دنیا کے ہر اکھاڑے اور ہر دنگل میں اپنی ہستی کا ثبوت دینے کو آموجود ہوتا ہے مگر خواجہ صاحب کو معلوم ہے کہ ابھی اصل منبع اور سرچشمے میں اتنی تابندگی اور اتنا تموج دلکش ہے کہ وہ جماعت کو ایک مرکز سے وابستہ اور متوسل رکھ سکے لہذا ہمکو اس نئے طبقے سے جو اپنے خیال میں اسلامی حریت اور جمہوریت کا دعویدار ہے دنیاوی علو اور ظاہری فروغ کا تو ایک حد تک سہارا ہے لیکن دین کی رفعت اور اسلام کی عالمگیر فتح مندی کا کم یقین ہے آہ! جہاں سب سے بڑے شخص کی یہ حالت ہو کہ وہ کسی کو بھی کے امیدوار دعا ہونے پر نکاسا جواب دے۔ اس سے ایک رفیق القلب اور دردمند الہی کا کیا توقعات ہو سکتے ہیں جہاں زید عمر و بکر کی خوشنودی مقصود اور غایت ہو۔ جہاں ایک وارثی اپنے پیر طریقت کی مع مرائی پورے اعلان کے ساتھ کر سکتا ہو۔ مگر خادم اسلام اور مخدوم مسلمانان کا ذکر تک نہ آنے دیا جائے۔ اس کا خدا ہی حافظ ہے۔

خواجہ صاحب کو اگر تکلیف نہ ہو تو باصول مباہلہ سے لوگوں کو آگاہ کریں جس کا ذکر خداوند کریم نے سورہ آل عمران میں ان الفاظ میں کیا ہے فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ فائدہ قرآن بھیجے ہوں گے پھر ان کا اپنی ذات کو اکیلے لیکر میدان مباہلے میں آنا کہاں تک آسمانی مباہلہ کہا جائے گا آسمانی مباہلہ تو آسمانی کتاب کے فرمودہ شرائط کے تحت میں ہوگا۔

جناب خواجہ صاحب! خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ اُسکے احکام جبروتی کی نفاذگاہ مشرق ہے اور مغرب ہے شمال بھی ہے اور جنوب بھی ہے۔ پہاڑ و دریا جنگل اور میدان سب کوہ طور کی طرح تجلی گاہ بن سکتے ہیں پھر کیوں آپ خدا کی رحمت اور حقیقت نما روشنی کو اجمیر کے پہاڑوں پر بند کرتے ہیں۔ آئیں کھلے میدان میں اور جو کچھ دیکھیں وہ دکھائیں۔ بلکہ اگر ان کی رسائی اور روحانی رسل و رسائل اتنی بڑھی ہوئی ہے جیسا کہ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ تو کوئی تاریخ مقرر کر دیں۔ جسمیں میاں صاحب کو کچھ نظر آجائے۔ جس کے بعد اگر میاں صاحب تائب نہ ہوں۔ تو وہ ہلاکت کے درجے پر پہنچائے جاویں اور جو دعا اور التجا جناب باری میں کرتا ہو وہ دلی میں بیٹھے بیٹھے کر دیں۔ آخر میں میں ایک سوال کل احمدیوں سے کرتا ہوں۔ کیا مرزا صاحب محض ولی تھے یا امتی نبی تھے اگر امتی نبی تھے تو اُن کا انکار نہ معلوم مسلمانوں کو کیا بنا دے گا۔ دوسرے الہام حضرت اقدس علیہ السلام مسلماں را مسلماں باز کردند کے کیا معنے ہیں؟ اور کیا اس الہام سے غیر احمدیوں کے ایک قسم کے کافر ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔

خاکسار
محمد عمر اسسٹنٹ سرجن ایکس رے افیسر میڈیکل کالج لکھنو
۱۲ دسمبر ۱۹۲۸ء

خواجہ حسن نظامی کا خلاف حق بزدلا شمشیر بکف مباہلہ

(از جناب میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی)

سنیں ہم نے میاں خواجہ یہ گیدڑ بھبکیاں تیری
خلاف حق نکل آئی ہیں۔ آخر گرمیاں تیری

تو جوش نفس سے بولا ہے حق طلبی نہیں تجھ میں
پریشہ نہیں ہیں قدر رکھتی گھرکیاں تیری

ڈراتا ہے تو کیا صادق کو اپنی فقرہ بازی سے
نہیں معلوم ہیں پہلے سے یہ نیرنگیاں تیری

کسی کی موت پر گر تجھ کو قدرت ایسی حاصل ہے
تو ہیں بے فائدہ اجمیر میں یہ طلبیاں تیری

حمایت میں تیری جب ہو چکے ہیں خواجہ اجمیری
چلیں پھر کیوں نہ آکر قادیاں میں برچھیاں تیری

بھلا زحمت سفر کی کیوں اٹھائے گا کوئی عاقل
کہ پہلے مرگ وارد کر چکی ہیں شوخیاں تیری

بھلا یوں فیصلہ ہوتا کبھی ہے حق و باطل میں
خلاف حق اثر رکھتی ہیں کیا یہ دھمکیاں تیری

دعا کا جو طریق حق ہمیں قرآں سکھاتا ہے
اسی سے سب نکل جائیں گی آخر شیخیاں تیری

تو آ میدان میں سن لے دلائل دعوئے حق پر
گوارا جنگ کرتی ہی نہیں دل تنگیاں تیری

ہمارے صدق دعوے پر بہت روشن براہیں ہیں
جہاں میں جن سے ظاہر ہونگی سب کج بینیاں تیری

اگر رکھتا نہ اس میداں میں علم و فضل و دانش کو
نہیں گھر بیٹھے جائز ہیں یہ خانہ جنگیاں تیری

کریں اتمام حجت پہلے پھر مانگیں دعا حق سے
نتیجہ لائیں گی پر یہ شر انگیزیاں تیری

خدا کی راہ کی طالب ہے روح خواجہ اجمیری
پسند آتی نہیں ہیں اس کو بے اندامیاں تیری

طریق حق سے کرے فیصلہ ہم سے تو اے خواجہ
خدا کو سونپتے ہیں۔ ہم یہ سب بے باکیاں تیری

اگر نوک قلم سے فتح کو یوں ہی ستانا ہے
مبارک ہوں نظامی تجھ کو یہ لفاظیاں تیری

خدا ہی تجھ کو سمجھائے میاں حسن نظامی جی
نہیں جائز ہیں دین حق میں یہ بدنظمیاں تیری

بیت المقدس پر انگریزی قبضہ

بیت المقدس کس طرح قبضہ میں آیا۔ لندن ۱۰ دسمبر۔ آج شام دار العوام میں مسٹر بونر لا نے اعلان کیا کہ بیت المقدس نے ہماری فوجوں کے گھیرے میں آجانے کے بعد اپنے آپکو ہمارے حوالہ کر دیا۔

لندن ۱۱ دسمبر۔ آج شام دار العوام میں مسٹر بونر لا نے بیان کیا کہ جرنیل ایلنبی کی طرف سے رپورٹ موصول ہوئی ہے کہ بتاریخ ۸ دسمبر جرنیل موصوف نے بیت المقدس کے جنوب و مغرب میں غنیم کے استحکامات پر حملہ کیا ویلش اور ہوم کاؤنٹی (انگریزی) افواج نے بیت اللحم کی سمت سے پیشقدمی کر کے پیچھے دھکیل دیا اور مشرق کی سمت میں بیت المقدس سے گزر کر اس سڑک پر مورچے جمالئے جو بیت المقدس سے جریکو کی طرف جاتی ہے اسی کے ساتھ لندن کی پیدل فوج اور سواروں نے گھوڑوں سے اتر کر جریکو کے مغرب اور شمال و مغرب میں غنیم کے مضبوط استحکامات پر حملہ کیا اور اس سڑک پر قدم جمالئے جو بیت المقدس سے شکیم کی طرف جاتی ہے اس طور پر بیت المقدس کا فوجی سلسلہ منقطع ہوگیا اور شہر جرنیل ایلنبی کے حوالہ کر دیا گیا (غلغلہ ہائے مسرت)

بیت المقدس کی اہمیت لندن ۱۱ دسمبر۔ آج شام کے اخبارات بیت المقدس کی اس یاد کو جو تاریخی روایات سے تازہ ہوتی ہے۔ نمایاں جگہ دے رہے ہیں اور لکھتے ہیں کہ بیت المقدس کی تسخیر نے ہر جگہ بلا لحاظ معتقدات مذہبی عام اطمینان کا جذبہ پیدا کر دیا ہے ویسٹ منسٹر کے رومن کیتھلک گرجا میں دعائیہ گیت گائے گئے اور گرجا کا بڑا گھنٹہ تین سال کے بعد پہلی مرتبہ ٹن ٹن بجایا گیا۔ قطع نظر بہت بڑی جنگی اہمیت کے بیت المقدس کا قبضہ اعلیٰ درجہ کی سیاسی اہمیت کی نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔

اخبار ٹائمز لکھتا ہے کہ یہ بات سمجھی گئی ہے۔ کہ بیت المقدس میں برطانوی فرانسیسی اور اطالوی فوجیں موجود رہینگی۔ اور ایک انگریز فوجی گورنر یہاں کا حاکم ہوگا۔ بیت المقدس پر انگریزی جھنڈا اڑیگا اور فرانسیسی اور اطالوی جھنڈے ہر دو نوں قوموں کی املاک کے اوپر لہرائینگے۔ بیت المقدس کی حیثیت مستقبل جنگ کے خاتمہ تک معین نہ کیجائے گی۔

باہتمام شیخ عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام (۵۲۰) پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا۔